Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
(Bi-Annual) Trilingual: Urdu, Arabic and English
ISSN: 2707-1200 (Print) 2707-1219 (Electronic)
Home Page: http://www.arjish.com
Approved by HEC in "Y" Category
Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.
Published by the Al-Khadim Foundation which is a registered organization under the Societies Registration ACT.XXI of 1860 of Pakistan
Website: www.arjish.com
Copyright Al Khadim Foundation All Rights Reserved © 2020
This work is licensed under a
Creative Commons Attribution 4.0 International License

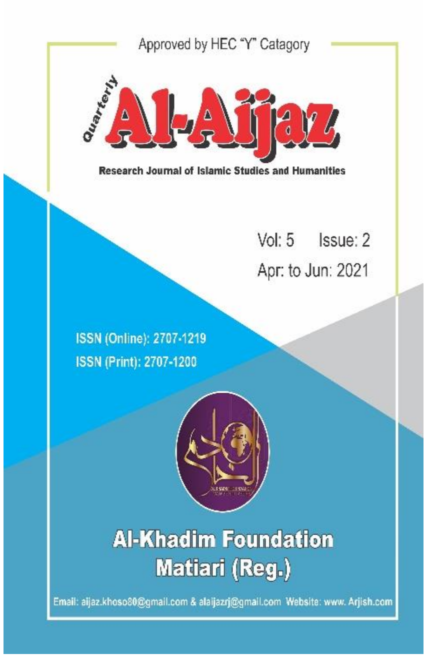

TOPIC:

Problems and Solutions in Contemporary Da'wah Analytical review in the light of Sirah-e-Tayeba

AUTHORS:

1. Dr. Hafiz Muhsin Zia Qazi, Coordinator, Sirat Chair, Head Publications Department, Emblim School System, Haideri Chock, Syed Pur Road, Rawalpindi. Email: zia3840@gmail.com
2. Dr. Hadi Bux Chajan, Assistant Professor, Mehran University of Engineering & Technology SZAB, Campus Khairpur Mirs, Sindh. Email: hadibux@muetkhp.edu.pk
3. Dr. Khair Muhammad Asif, JST, Government High School Hala, District Matiari, Sindh. Email: kmasif85@gmail.com

How to cite:
Qazi, H. M. Z., Chajan, H. B., & Asif, K. M. (2020). Urdu-22 Problems and Solutions in Contemporary Da'wah Analytical review in the light of Sirah-e-Tayeba. *Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities*, *5*(2), 283-298.
https://doi.org/10.53575/Urdu22.v5.02(21).283-298

URL: http://www.arjish.com/index.php/arjish/article/view/342

Vol: 5, No. 2 | April to June 2021 | Page: 283-298

Published online: 2021-06-20

QR Code

معاصر دعوت دین میں درپیش مسائل اوران کا حل
سیرت طیبہ کی روشنی میں تجزیاتی جائزہ

Problems and Solutions in Contemporary Da'wah Analytical review in the light of Sirah-e-Tayeba

Dr. Hafiz Muhsin Zia Qazi*
Dr. Hadi Bux Chajan**
Dr. Khair Muhammad Asif***

Abstract
Having chosen Islam as a religion, Allah orders to act upon it, and to preach it. Moreover, the standard for the propagation of religion is same as ordered by Allah, and as acted by Holy Prophet (P.B.U.H). He (P.B.U.H) used to beautifully invite the people to Islam with wisdom, sincerity, sympathy and compassion. If there was a need of warning anyone or greeting anyone coming during the conversation, it would be in a tactful way in order to maintain the attention of the listener. While inviting to the religion, He (P.B.U.H) would talk according to the wisdom of the addressee, and would be careful of the circumstances. The sentiments of the listeners were not hurt, rather they were treated in a pleasing manner. He (P.B.U.H) would invite the people on the dinner and serve them with a food; in this way a message of Islam was also spread, and people were also served with love. These are the commendable attributes that are important for the caller. The invitation to the religion is only possible if the host has these qualities. Along with it, It is a necessary to uproot those actions that are the cause of destruction for society, and due to which the publication of religion is not possible. As the Holy Quran strictly prohibits transgression, and creating disharmony in the society is the worst form of transgression which not only disturbs the peace of society but also harms Islam. Moreover, the peace of religion, eradication of sectarianism, and application of the Holy Quran's decree is the need of an hour. So that a religious, political, and societal fraternity could be promoted in true letter and spirit.
Keywords: Problems and Solutions, Contemporary Da'wah, Sirah-e-Tayeba.

کلیدی الفاظ: دعوت دین، مسائل اوران کا حل، سیرت طیبہ، دعوت دین اوراس کا اسلوب، داعی کے اوصاف۔

دور خلافت سے لے کر آج تک داعی کی دعوت اسی وقت ثمر بار ہوئی ہے جب وہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق اشاعت کا فریضہ سر انجام دے۔ عصر حاضر کے مسائل کا شکار داعیان حق فروعی اختلافات، متفرق مسائل اور تشدد کے راستے پر چل نکلے ہیں۔ اپنے عمل سے لوگوں کو متاثر کرنے کی بجائے وہ دوسروں کے دلوں میں نفرتوں کے بیج بو رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت

* Coordinator, Sirat Chair, Head Publications Department, Emblim School System, Haideri Chock, Syed Pur Road, Rawalpindi.
Email: zia3840@gmail.com
** Assistant Professor, Mehran University of Engineering & Technology SZAB, Cmapus Khairpur Mirs, Sindh.
Email: hadibux@muetkhp.edu.pk
*** JST, Government High School Hala, District Matiari, Sindh.
Email: kmasif85@gmail.com

طیبہ سے استفادہ کر کے سنت مطہرہ کے مطابق دعوت کا اسلوب اختیار کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اشاعت اسلام کے لئے تمام اصول سکھا دیئے کہ ایک مبلغ کو کن کن صفات کا حامل ہونا چاہیے۔ جن میں ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ لوگوں کی نفسیات سے آگاہی رکھتے تھے، جیسے ہی کوئی شخص ملاقات کرتا تو آپ ﷺ اس کے مزاج اور فہم و شعور کی استعداد کے مطابق گفتگو فرماتے تھے۔ آپ ﷺ حکمت کے ساتھ لوگوں کو اسلام کی طرف قائل فرماتے تھے۔

ابتدائی مکی دور سے لے کر نبی کریم ﷺ کے وصال پاک تک ہر دور میں تبلیغی عمل کی اپنی ایک الگ ہی حکمت عملی اور اس کے معانی خیز نتائج رہے ہیں۔ مسلمانوں میں وہ لوگ جو بطور سفیر اسلام (Ambassador of Islam) غیر مسلم اقلیتوں میں اپنے فرائض دعوت سر انجام دے رہے ہیں یا وہ لوگ جو مسلم ممالک میں اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے غیر مسلم اقلیتوں کو دعوت دین کی خدمت سر انجام دے رہے ہیں ان کو اپنے کام کو زیادہ مؤثر بنانے کے لئے آپ ﷺ کی وضع کی گئی حکمت عملی کو اختیار کرنا ہوگا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی اشاعتی امور کے متعلق اصول بھی بتلا دیئے کیونکہ یہ ہجرت کوئی اتفاقی امر نہیں تھا بلکہ ایک ایسی منظم اور سوچی سمجھی حکمت عملی تھی کہ جس کے تحت اسلام کی اشاعت مقصود تھی۔ بغور مطالعہ کریں تو پتا چلتا ہے کہ اس ہجرت کے بعد اسلام مکہ مکرمہ کی وادی سے نکل کر افریقہ اور عرب کی دیگر سرحدوں کی طرف پھیلا اور توسیع و ترقی کی طرف تیزی سے گامزن ہو گیا۔

عصر حاضر میں غیر مسلم اقلیتوں میں دعوت اسلام کے لئے سیرت طیبہ کے تناظر میں ایسے اصول اختیار کرنے پڑیں گے کہ جس سے تبلیغ زیادہ مؤثر ہو۔ آج کے دور میں یہ اس وقت ممکن ہے کہ جب ہم ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کریں اور اپنے کردار کو ایسا بنائیں کہ اغیار ہم سے متاثر ہو سکیں۔ اگر ہم ایک دوسرے کا احترام نہیں کریں گے تو اس سے عالمی سطح پر فتنہ و فساد عام ہو جائے گا۔ ہمیں اہل کتاب کے ساتھ خاص وہی اصول اپنانے ہوں گے جو مسلمانوں نے حبشہ میں اپنائے تھے۔ قرآن مجید اس کی طرف ہماری رہنمائی فرماتا ہے کہ اگر تمہارے مخاطب اہل کتاب ہیں تو ان سے مجادلہ نہ کرو بلکہ مشترکہ اقدار کی طرف ان کو نرمی سے بلاؤ۔ انہیں درخشاں اصولوں کے تحت اسلام تیزی سے پھیلا اور آج بھی ہم ان سے اکتساب فیض کرتے ہوئی اشاعتی امور جاری رکھیں تو یقیناً بہت زیادہ مثبت نتائج حاصل ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ کی غیر مسلموں کو دعوت دین:

اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کو ہمارے لئے ایک بہترین و کامل نمونہ قرار دیا ہے۔ انسان کو خواہ زندگی میں کسی بھی شعبہ میں رہنمائی درکار ہو، نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس ہر شعبہ میں اس کے لئے عملی مثال رکھتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے حضرت انسان کو سیرت طیبہ کے روشن پہلوؤں سے مکمل رہنمائی حاصل کرنے کا حکم ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة[1]

بیشک رسول اللہ میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے منصب نبوت کو کامل طریقہ سے ادا فرمایا، دعوت دین کے فریضہ کو احسن انداز سے پورا کیا اور لوگوں کو کتاب وحکمت کی تعلیم دی، ان کے نفوس کا تزکیہ کیا اور انہیں جہالت وظلمت سے نکال کر اللہ تعالی کی ذات کے قریب کیا۔ دعوت دین کا نبوی طریقہ کار دراصل اللہ تعالی ہی کی جانب سے تھا۔ ہمارے لیے فرمان الہی کے مطابق اشاعت دین کے لیے وہی طریقہ احسن ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اختیار فرمایا۔ آپ ﷺ نے مکی و مدنی دو مختلف ادوار میں دعوت دین کا اسلوب الگ الگ اپنایا۔ جس کی وضاحت ذیل میں پیش کی گئی ہے۔

- **مشرکین مکہ کو دعوت دین اور اس کا اسلوب:**

اعلان نبوت کے بعد نبی کریم ﷺ نے حکمت کے تحت مشرکین مکہ کو خفیہ طریقے سے دعوت دینی شروع کی۔ مشرکین مکہ جفاکش، بت پرست اور مغرور ومتکبر تھے، ان کا جلدی جلدی باپ دادا کی روش سے ہٹنا ممکن نہیں تھا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے آغاز میں دعوت دین کا کام مخفی طور پر سرانجام دیا تاکہ مشرکین مکہ بپھر نہ جائیں۔ اللہ تعالی نے خفیہ دعوت دین کے تین سال گزرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کو اعلانیہ دین کی دعوت عام کرنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالی نے ابتدائی مرحلے میں حکم دیا کہ سب سے پہلے اپنے اقارب کو دین کی دعوت دیں۔ ارشاد فرمایا:

وأنذر عشيرتك الأقربين O واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنين O فإن عصوك فقل إني بريء مما تعملون[2]

ترجمہ: اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب سے) ڈرایئے، اور جن مسلمانوں نے آپ کی پیروی کی ہے ان کے لئے اپنی رحمت کے بازو جھکا کر رکھیئے، پھر بھی اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ کہئے میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں۔

فرمان الہی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاندان والوں کو اعلانیہ دین کی دعوت دینی شروع کی۔ آپ ﷺ نے دعوت دین کے لیے مختلف اسلوب ووسائل اختیار فرمائے۔ ابتدا میں آپ ﷺ نے زبانی طور پر لوگوں کو تعلیم دی۔ اللہ تعالی کی توحید پر قائل کیا اور اس پر دلائل وبراہین پیش کئے۔ آپ ﷺ کا خطبہ اس قدر پراثر ہوتا کہ سامعین کے دلوں پر نقوش چھوڑ جاتا۔ یہ جملہ اسالیب عصر حاضر میں داعی کے لیے مشعل راہ ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے مذکورہ بالا حکم کے بعد اپنے اقارب کو کھانے پر مدعو کیا اور جب سب کھانے سے فارغ ہوئے تو انہیں دین کی دعوت پیش فرمائی۔[3]

عرب میلے سجایا کرتے تھے اور ان میلوں میں ہر طرح کی مستی بھری بے حیائی کی محفلیں جمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ ان میلوں میں بھی تشریف لے جاتے اور وہاں جاکر لوگوں کو دین کی دعوت دیتے۔ ایک شخص جس کا تعلق بنی مالک بن کنانہ کے قبیلہ سے تھا بیان کرتا ہے کہ میں نے ذوالمجاز کے میلے میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ لوگوں سے فرماتے جاتے تھے کہ ''قولوا، لاالہ الااللہ'' یعنی کہو کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک اسی میں تمہاری کامیابی ہے اور اس دوران ابوجہل آپ ﷺ پر گرد وغبار پھینکتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ تم لوگ اس شخص کی باتوں میں نہ آنا، یہ تمہیں تمہارے دین سے دور کردے گا۔[4]

زمانہ جاہلیت میں عرب حج کرنے دور دراز سے مکہ آتے اور اپنے جاہلانہ مروجہ طریقے سے حج کرتے۔ رسول اللہ ﷺ دور دراز سے آنے والوں کو خاص طور پر دین کی دعوت دیتے۔ اس کے ثمرات میں سے اہل مدینہ ہیں کہ جنہیں نبی کریم ﷺ نے حج کے موقعہ پر ہی اسلام کی دعوت دی تھی اور اہل مدینہ نے اسلام قبول کیا تھا۔

- **اہل کتاب کو دعوت دین اور اس کا اسلوب:**

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے اور اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تو یہاں بھی غیر مسلم اقلیتوں کو دین کی دعوت کا سلسلہ جاری رکھا۔ رسول اللہ ﷺ ابھی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے کاشانہ پر ہی تھے کہ یہودیوں کے وفد سے ملاقات ہوئی اور آپ ﷺ نے ان کو یوں اسلام کی دعوت دی، ارشاد فرمایا:

''يا معشر اليهود، ويلكم، اتقوا الله، فوالله الذي لا إله إلا هو، إنكم لتعلمون أني رسول الله حقا، وأني جئتكم بحق، فأسلموا''[5]

ترجمہ: اے گروہ یہود! تمہارا ستیاناس ہو! تم اللہ تعالی سے ڈرو، اس رب کی قسم کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالی کا سچا رسول ہوں اور بے شک میں تمہارے پاس دین حق لے کر آیا ہوں، پس تم اسلام قبول کر لو۔

اس حدیث پاک سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت کرتے ہی سب سے پہلے مدینہ طیبہ کی غیر مسلم اقلیت یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اب یہاں معلوم ہوتا ہے کہ دعوت کا اسلوب اعلانیہ تھا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہود کی طرف گئے۔ جب ہم سب یہودیوں کے سردار کے گھر پہنچے تو آپ ﷺ نے وہاں کھڑے ہو کر انہیں یوں دین کی دعوت دی، ارشاد فرمایا:

''يا معشر يهود، أسلموا تسلموا» فقالوا: قد بلغت يا أبا القاسم''[6]

یعنی اے گروہ یہود! اسلام قبول کر لو بچ جاؤ گے۔ انہوں نے جواب دیا: اے ابو القاسم ﷺ بے شک آپ نے (دعوت) پہنچا دی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ یہ بات دہرائی اور یہودیوں نے یہی جواب دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی دعوتی حکمت عملی میں سے یہ بھی ہے کہ غزوات کے دوران قتال سے قبل غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی جاتی اگر وہ دعوت قبول کر لیتے تو چھوڑ دیا جاتا ورنہ جنگ کی جاتی۔ جیسا کہ غزوہ خیبر میں نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیتے وقت ارشاد فرمایا:

''انفذ على رسلك، حتى تنزل بساحتهم، ثم ادعهم إلى الإسلام، وأخبرهم بما يجب عليهم من حق الله فيه، فوالله لأن يهدي الله بك رجلا واحدا خير لك من أن يكون لك حمر النعم''[7]

یعنی سیدھے جاؤ، یہاں تک کہ ان کے صحن میں پہنچ جاؤ، پھر انہیں اسلام کی دعوت دینا اور اسلام کے مطابق ان کے ذمہ اللہ تعالی کے جو حقوق ہیں ان سے انہیں آگاہ کرنا۔ اللہ تعالی کی قسم! اگر اللہ تمہاری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ بلاشبہ تمہارے لئے سرخ

اونٹوں سے بہتر ہے۔

نبی کریم ﷺ کو اس اسلوب کی تعلیم اللہ تعالی نے سورہ الانفال میں بیان فرمائی ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

قل للذين كفروٓا ان ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف و ان يعودوا فقد مضت سنت الاولين [8]

ترجمہ: تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے تو جو ہو گزرا وہ انہیں معاف فرما دیا جائے گا اور اگر پھر وہی کریں تو اگلوں کا دستور گزر چکا ہے۔

نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو میثاق مدینہ یہودی قبائل اور مسلمانوں کے مابین طے کیا۔اس کا ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ یہودیوں کو اسلام کے قریب آنے کا موقعہ ملے۔رسول اللہ ﷺ نے ایک تحریری معاہدہ طرفین کی فلاح اور حقوق کے تحفظ کے لئے طے کیا۔یہ معاہدہ جامعیت کے اعتبار سے تاریخ اسلامی کا اہم ترین باب ہے۔اس معاہدے کی ۵۳ دفعات ہیں جو کہ ابن ہشام نے رقم کیں ہیں۔[9]

نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد دعوت دین کے لئے خطوط کا اسلوب بھی اختیار فرمایا۔یہ دعوتی خطوط آپ ﷺ نے مختلف ریاستوں کے حکمرانوں اور قبائل کے سرداروں کو لکھے۔رسول اللہ ﷺ کے یہ خطوط زبان وادب اور داعیانہ حکمت سے بھرپور ہونے میں اپنی مثال آپ ہیں۔کتب احادیث میں بہت سارے خطوط نقل کئے گئے ہیں جن سے یہ اندازا لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کافر بادشاہوں کو بڑی توقیر کے ساتھ ان کو اسلام کی دعوت دی۔آپ ﷺ کافروں کو جب اسلام کی دعوت دیتے تو پہلے انہیں صرف اللہ تعالی پر ایمان لانے کا کہتے اور جب وہ اسلام لے آتے تو بعد میں دیگر احکام کی تلقین کرتے۔اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ وہ لوگ آسانی سے اسلام قبول کر لیتے کیونکہ جب ایک دم ساری تعلیمات پیش کر دی جائیں تو عمل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اہل کتاب کو جب دین کی دعوت دی تو ان کو آسانی کے لئے ارشاد فرمایا کہ آؤ پہلے ہم اپنے درمیان مشترک پہلوؤں پر اتفاق کر لیں۔اور وہ یہ ہیں کہ ہم اللہ تعالی کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی ذات کو شریک ٹھہرائیں گے۔اس اسلوب دعوت کو اللہ تعالی نے قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا:

قل يا أهل الكتاب تعالوا إلى كلمة سواء بيننا وبينكم ألا نعبد إلا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا أربابا من دون الله فإن تولوا فقولوا اشهدوا بأنا مسلمون[10]

ترجمہ: آپ کہیے اے اہل کتاب: آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مسلم) ہے (وہ یہ کہ) ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم اس کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب نہ بنائے پھر اگر وہ اعراض کریں تو تم کہہ دو کہ (لوگو) گواہ رہو وہ ہم مسلمان ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے جب ہرقل کو خط لکھا تو اس کو بھی اسی آیت کریمہ کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اسلام اور عیسائیت کے بنیادی عقائد مشترک ہیں ان میں اصولی طور پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔[11]

- **منافقین کو دعوت دین اور اس کا اسلوب:**

رسول اللہ ﷺ نے منافقین مدینہ کو بھی دین کی دعوت دی۔ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنے چند اصحاب کے ساتھ عبد اللہ بن ابی رئیس

المنافقین کی طرف تشریف لے گئے تاکہ اس کے پاس جاکر اس کو اسلام کی دعوت دی جائے۔ اسی طرح ایک مرتبہ منبر پر تشریف فرما ہو کر آپ ﷺ نے منافقین سے ارشاد فرمایا: تم اہل اسلام کو اذیتیں دینے سے باز آجاؤ۔ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بر سر منبر بلند آواز سے ارشاد فرمایا:

''يا معشر من أسلم بلسانه ولم يفض الإيمان إلى قلبه، لا تؤذوا المسلمين ولا تعيروهم ولا تتبعوا عوراتهم، فإنه من تتبع عورة أخيه المسلم تتبع الله عورته، ومن تتبع الله عورته يفضحه ولو في جوف رحله''[12]

یعنی اے وہ لوگو جو اپنی زبان کے ساتھ مسلمان ہوئے اور ایمان ان کے دل تک نہیں پہنچا، مسلمانوں کو اذیت نہ دو اور نہ ان پر طعن زنی کرو اور نہ ہی ان کے عیب ڈھونڈنے کے درپے رہو، کیونکہ بے شک جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی کوتاہی کی ٹوہ میں رہتا ہے تو اللہ تعالی اس کی خامی تلاش کرتے ہیں اور جس کی خامی اللہ تعالی تلاش کریں تو وہ اس کو رسوا کر دیتے ہیں اگرچہ وہ اپنے گھر کے درمیان میں (لوگوں سے چھپا ہوا بھی) ہو۔

گویا رسول اللہ ﷺ نے اشاعت دین کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیا جہاں میسر آیا لوگوں کا اجتماع ہوا یا وہ انفرادی طور پر ملے ہر ایک کو اسلام کی دعوت دی۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں داعی کے اوصاف:

رسول اللہ ﷺ نے دین کی دعوت دینے کے لئے تمام اصول سکھا دیئے کہ ایک مبلغ کو کن کن صفات کا حامل ہونا چاہیے۔ جن میں ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ لوگوں کی نفسیات سے آگاہی رکھتے تھے، جیسے ہی کوئی شخص ملاقات کرتا تو آپ ﷺ اس کے مزاج اور فہم و شعور کی استعداد کے مطابق گفتگو فرماتے تھے۔ آپ ﷺ حکمت کے ساتھ لوگوں کو اسلام کی طرف قائل فرماتے تھے۔ گویا آپ ﷺ کی حیات مبارکہ درج ذیل آیت کریمہ کا عملی نمونہ تھی:

ادع الى سبيل ربك بالحكمة و الموعظة الحسنة و جادلهم بالتى هى احسن[13]

ترجمہ: بلائیں اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت اور احسن طریقہ بحث کے ساتھ

گویا رسول اللہ ﷺ کے دعوتی اسلوب میں تین بنیادی اصول نمایاں نظر آتے ہیں:

۱۔ دعوت دیتے وقت حکمت سے گفتگو فرماتے۔

۲۔ بہترین نصیحتیں ارشاد فرماتے۔

۳۔ بحث مباحثہ میں جھگڑانہ فرماتے بلکہ احسن انداز سے وضاحت بیان فرماتے۔

مندرجہ بالا اسلوب میں حکمت سے مراد یہ ہے کہ ''نہایت پختہ اور اٹل مضامین کو مضبوط دلائل و براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کیا جائے جنہیں سن کر فہم و ادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا دے۔ رسول اللہ ﷺ دعوت دیتے وقت

حکمت، اخلاص، ہمدردی، شفقت اور حسن اخلاق کے ساتھ خوبصورت انداز میں لوگوں کو نصیحت فرماتے۔ حکمت کے تحت انذار و تبشیر سے بھی کام لیتے۔ آپ ﷺ غیر مسلموں کو جب بھی دین کی دعوت دیتے تو ان کی عقل کے مطابق گفتگو فرماتے اور ہر موقع و محل کی مناسبت کا لحاظ رکھتے۔ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک بھی ہے کہ:

''نحن معاشر الأنبياء أمرنا أن نكلم الناس على قدر عقولهم[14]''

یعنی ہم گروہ انبیاء کرام علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کی ذہنی سطح کے مطابق بات کیا کریں۔

دین کی دعوت دینے میں داعی کا انداز تکلم بہت اہمیت رکھتا ہے۔ آپ ﷺ غیر مسلموں سے گفتگو فرمانے میں اس اسلوب کا بھی خاص خیال رکھتے۔ سیدہ ام معبد رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے انداز کلام کے بارے میں فرماتی ہیں:

''حلو المنطق فصل لا نزر ولا هذر، كأن منطقه خرزات نظم ينحدرن'' [15]

یعنی آپ ﷺ شریں کلام تھے اور آپ ﷺ کی ہر بات نہایت واضح ہوتی نہ قلیل الکلام تھے نہ ہی فضول الکلام۔ آپ ﷺ کا کلام معجزانہ انداز سے پروئے ہوئے موتیوں کی مانند تھا جو لڑی میں پرو دیئے گئے ہوں۔

نبی کریم ﷺ طویل گفتگو نہ فرماتے اور نہ ہی بے موقع بات کرتے بلکہ اختصار سے کام لیتے اور اس بات کا خاص خیال رکھتے کہ سننے والا اس وقت سننے کی خواہش بھی رکھتا ہے یا نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات لوگوں کو وعظ دیا کرتے تھے۔ سامعین نے عرض کیا جناب روزانہ ہمیں درس دیا کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں روزانہ اس لئے درس نہیں دیتا کہ تم لوگ اکتا جاؤ گے۔ میں اس سلسلے میں اسی طرح تمہارا خیال کرتا ہوں جس طرح نبی کریم ﷺ ہمارا خیال فرمایا کرتے تھے۔[16]

بیان کرتے وقت گفتگو کا آغاز و اختتام بھی بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ سامعین کی دلچسپی قائم رکھنا یہ متکلم کے بیان کا کمال ہوتا ہے۔ خاص کر جب مخاطب غیر ہوں تو ان کو مدعا سنانا قدرے مشکل ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا انداز کلام اس حوالے سے نہایت عمدہ ہوتا تھا کہ مخاطب کو اچھی طرح آپ ﷺ کی گفتگو کا مفہوم و مدعا معلوم ہو جاتا۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نبی کریم ﷺ کے انداز بیان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ اپنے مخاطبین کی ذہنی کیفیت کے مطابق انہیں قائل کرتے اور بات ذہن نشین کرنے کے لئے بے حد خوبصورت اور نہایت پر کشش طریقہ استدلال اپناتے تھے۔ آپ ﷺ کے خطبات میں جوش و تموج بھی ہے اور ہیبت و جلال نبوت بھی۔ آپ ﷺ کے ہاں عرب کاہنوں کی مانند سجع و قافیہ کی بھول بھلیاں بھی نہیں اور خطبائے عرب کی بھاری بھر کم لفظی اور عبارت آرائی بھی نہیں۔ یہاں ایک ایسا اسلوب بیان ہے جو سیل بے پناہ سے زیادہ زوردار، باد نسیم سے زیادہ سحر انگیز و پر لطف اور پھول کی پتی سے زیادہ نرمی و نزاکت کی کیفیت لئے ہوئے ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جو بات قلب نبوت سے نکل رہی ہے وہ اخلاص و ایمان کی حرارت لئے قلب مومن میں اترتی جا رہی ہے۔''[17]

نبی کریم ﷺ گفتگو فرماتے وقت سامعین کو اپنی طرف متوجہ رکھتے اور بات کرتے وقت دائیں بائیں جانب اپنے رخ مبارک کو

پھیرتے۔ یہی حکمت کے تقاضے ہیں اور اگر انہیں اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے تبلیغی مشن کو جاری رکھا جائے تو آج ہم اس نازک دور میں بھی بے دینوں کو اسلام کے قریب لا سکتے ہیں۔

- **موجودہ حالات میں دعوت دین کی ضرورت واہمیت:**

اسلام آفاقی دین ہے اور اسی کو اپنانے میں عافیت وبقاء ہے۔ اللہ تعالی کے ہاں قابل قبول دین صرف اسلام ہی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

إن الدين عند الله الإسلام[18]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی کے ہاں قابل قبول دین اسلام ہی ہے۔

اسلام کو قبول کرنے میں پورے عالم کی سلامتی کا راز مضمر ہے اور اسلام سے انحراف پورے عالم کی ہلاکت کا باعث ہے کیونکہ اسلام کے سوا کوئی دین بھی اللہ تعالی کے ہاں قبولیت کے لائق نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين[19]

ترجمہ: اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

انبیاء علیہم السلام اسی دین "اسلام" کی دعوت واشاعت کا مقدس فریضہ سرانجام دیتے رہے اور ذرہ برابر بھی اپنے اس عظیم منصب دست بردار نہیں ہوئے۔ اللہ تعالی کے دین کے مقابلے میں کفر وشرک اور فسق وفجور شروع سے ہی تسلسل سے چلا آرہا تھا اس لئے انبیاء علیہم السلام بھی مسلسل دعوت دین کا کام کرتے رہے۔ جملہ انبیا علیہم السلام نے اس مساعی سعید میں بڑی تکالیف اور مصائب بھی برداشت کئے مگر ان کے پائے استقامت میں ذرا برابر بھی جنبش نہ ہوئی کیونکہ اللہ تعالی کی طرف نے انہیں اسی کام کی وصیت کی گئی تھی۔ ارشاد باری تعالی ہے:

شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا والذي أوحينا إليك وما وصينا به إبراهيم وموسى وعيسى أن أقيموا الدين ولا تتفرقوا فيه[20]

ترجمہ: (اللہ تعالی نے) تمہارے لئے وہ دین مقرر فرمایا ہے جس کی وصیت نوح (علیہ السلام) کو فرمائی اور جو ہم نے آپ (ﷺ) کی طرف وحی کیا اور جس کی وصیت ہم نے ابرہیم، موسی اور عیسی (علیہم السلام) کو بھی کی کہ دین کو قائم رکھیں اور اس میں تفرقہ نہ ڈالیں۔

انبیاء علیہم السلام کا انداز دعوت اور اقوام سے ان کے مکالمات و مذاکرات کا تفصیل سے قرآن مجید میں ذکر ملتا ہے۔ یہ تذکرہ اس لئے کیا گیا ہے کہ ہم اس سے نصیحت وعبرت حاصل کریں اور چونکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہر ایک کے ذمہ ہے اس لئے ہم ان واقعات سے دعوت دین کے سلسلے میں وہ اصول اختیار کریں جن کے ذریعے انبیاء علیہم السلام نے دعوت دین کا کام کیا ہے۔ قرآن مجید کی بے شمار آیات میں دعوت و تبلیغ کی اہمیت وحکم کو بیان کیا گیا ہے۔ دعوت دین مسلم امہ کا خاصہ ہے اور اگر مسلمان یہ فریضہ چھوڑ دیں گے تو ان کی یہ خصوصیت ختم ہو جائے گی۔ اللہ تعالی نے مسلمانوں کی اس خصوصیت کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ فرمایا ہے:

كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله[21]

ترجمہ: جو امتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں تم ان سب میں بہترین امت ہو تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان

رکھتے ہو۔

گویا مسلم امہ ،امت دعوت ہے اور دعوت دین اس کا خاص وصف قرار دیا گیا ہے کہ یہ لوگوں کو سیدھے راستہ کی طرف بلاتی ہے۔اس خصوصیت کی وجہ سے مسلم امت کو امت وسط یعنی درمیانی و معیاری امت بھی قرار دیا گیا ہے اور فرمایا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور تمہارے اوپر نبی کریم ﷺ گواہ ہیں۔ارشاد باری تعالی ہے:

وكذلك جعلناكم أمة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا[22]

اوراسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تمہارے حق میں گواہ ہو جائیں۔

اپنی اصلاح کا عمل جاری رکھتے ہوئے غیر مسلموں کی بدعقیدگی اور غلط کاریوں کی نشاندہی کرنا اور پھر ان کی اصلاح کرنا یہ امت وسط پر لازم ہے۔لہذا ہمارے لئے فرض ہے جس منصب پر اللہ تعالی نے ہمیں فائز کیا ہے ہم اس کا حق ادا کریں۔ دعوت دین ہمارا اہم دینی فریضہ اور بنیادی ذمہ داری ہے۔اشاعت دین کا سلسلہ نبی کریم ﷺ سے لے کر آج تک تسلسل سے چلا آرہا ہے اور آج بھی اس کی اشد ضرورت ہے۔دین کی دعوت و تبلیغ کا کام،اطاعت پیغمبر ﷺ کے تحت ہمارے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرے نبی ﷺ کا امتی وہ ہے جو دعوت دین کا کام کرتا ہے۔اللہ تعالی کی طرف کافروں کو بلاتا ہے۔غیر مسلموں کو توحید کی تعلیم دیتا ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

قل هذه سبيلي أدعو إلى الله على بصيرة أنا ومن اتبعني وسبحان الله وما أنا من المشركين[23]

ترجمہ:(اے نبی) آپ کہہ دیجیے یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت کے ساتھ، میں اور میرے ساتھی بھی۔اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔

جو لوگ دعوت دین کے اس عظیم منصب پر فائز ہوتے ہیں وہ دوسرے لوگوں کی نسبت بہترین لوگ قرار پائے گئے ہیں۔کیونکہ ان کی تعظیم و تکریم ان کے کام کی وجہ سے بیان کی گئی ہے۔ظاہر ہے جو لوگوں کو خدا تعالی کی طرف بلائیں،توحید کا پیغام پھیلائیں،نیک عمل کریں اور ان کا حکم دیں اور برائی سے اجتناب کریں اور لوگوں کو اس سے روکیں وہی وارثان نبوت کہلائیں گے اور باقی امت میں ممتاز بھی ہوں گے۔اللہ تعالی نے ان کے اس امتیازی وصف کا تذکرہ قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ فرمایا:

ومن أحسن قولا ممن دعا إلى الله وعمل صالحا وقال إنني من المسلمين[24]

ترجمہ:اور اس شخص کی بات سے اچھی بات کس کی ہو گی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا میں مسلمان ہوں۔

دعوت دین کا کام کرنے کے لئے مسلمانوں میں ہر دور میں ہر جگہ ایک جماعت ضرور ہونی چاہیے جو تبلیغ کا کام کرے۔امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے مگر جماعت کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کو احکام الہیہ کی تعلیم دیں اور منکرین کو اللہ تعالی کی توحید کی طرف بلائیں تاکہ کفار کے لئے کوئی حجت باقی نہ رہے کہ وہ روز حشر کہ دن یہ کہہ سکیں کہ ہماری طرف تو کوئی دعوت دینے والا آیا ہی نہیں۔دعوت دین کی جماعت قائم کرنے کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہے۔ارشاد فرمایا:

ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون[25]

ترجمہ: تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہونے چاہیے جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔

قرآن مجید میں دیگر اور مقام پر بھی اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کو دین کی طرف اہل کتاب اور دیگر غیر مسلموں کو بلانے کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورہ ال عمران میں ارشاد فرمایا:

قل يا أهل الكتاب تعالوا إلى كلمة سواء بيننا وبينكم ألا نعبد إلا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا أربابا من دون الله فإن تولوا فقولوا اشهدوا بأنا مسلمون[26]

ترجمہ: آپ کہیے اے اہل کتاب: آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے (وہ یہ کہ) ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم اس کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب نہ بنائے پھر اگر وہ اعراض کریں تو تم کہہ دو کہ (لوگو) گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔

اسی طرح سورہ الحج میں ارشاد فرمایا:

لكل أمة جعلنا منسكا هم ناسكوه فلا ينازعنك في الأمر وادع إلى ربك إنك لعلى هدى مستقيم[27]

مذکورہ بالا جملہ آیات میں حقیقی مخاطب تو نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس ہے لیکن ساتھ ہی آپ ﷺ کے واسطے سے پوری امت کو یہ حکم دیا جارہا ہے کہ جو جو آپ ﷺ کا امتی ہے وہ بھی اس فریضہ کو سرانجام دے۔

دین کی دعوت دینا اس قدر فضیلت واہمیت کا کام ہے کہ اس عظیم درجہ کا حامل کوئی اور کام نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو جب خیبر کے موقعہ پر روانہ کیا تو ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ کفار کو پہلے اسلام کی دعوت دینا اور انہیں اللہ تعالی کے حقوق سے آگاہ کرنا جو ان پر عائد ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی کی قسم، اگر اللہ نے تمہارے ہاتھوں کسی ایک آدمی کو بھی راہ ہدایت عطا کر دی تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے کہیں بہتر ہے۔[28]

- **موجودہ حالات میں اشاعت دین میں مشکلات:**

ا۔ اللہ تعالی نے قرآن حکیم میں فرقہ واریت کے لئے لفظ تفرق کا استعمال فرمایا ہے۔ قرآن وسنت کی نصوص قطعیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تفریق، افتراق واختلاف ممنوع ہے اور یہ امت کے اتحاد، ریاست میں قیام امن کے منافی اور اشاعت دین میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اس وقت دین کی دعوت عام کرنے میں جتنی بھی رکاوٹیں ہیں ان میں سب سے بڑی مشکل امت کی تفریق وتقسیم ہے۔ امت محمدیہ پر اگر نگاہ دوڑائی جائے تو اتحاد کا شیرازہ بکھرا ہوا نظر آتا ہے۔ یوں تو ہمارے درمیان سیاسی، لسانی، نسبی، وطنی وطبقاتی تفریق بھی موجود ہے مگر سب سے زیادہ خطرناک تقسیم وتفریق مذہبی فرقہ واریت اور منافرت ہے۔ اختلافات اس قدر شدت اختیار کر گئے ہیں کہ ہر فرقہ دوسرے

فرقہ کی تکفیر کرنے میں لگا ہوا ہے اور یہاں تک کہ سب و شتم اور قتل و غارت گری بھی جاری ہے۔ آج امت مسلمہ کئی فرقوں میں بٹ چکی ہے اور مسلمان ایک دوسرے کی بربادی پر شرمسار ہونے کی بجائے خوشی و مسرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ پاکستان میں یہ فرقہ واریت بہت زیادہ خطرناک صورت حال اختیار کر چکی ہے۔ الامان والحفیظ۔ بانی اسلام، ہادی برحق ﷺ نے تو اخوت، مساوات اور برداشت کی وہ تعلیم دی کہ جس کی دنیا آج بھی معترف ہے۔ افسوس تو اس امر پر ہے کہ ہم نے خود ہی اپنی ساخت کو نقصان پہنچایا، اخوت و مساوات اور برداشت کو ختم کر کے فتنہ و فساد کو جگہ دی۔ مشہور رائٹر ایچ۔ جی۔ ویلز رسول اللہ ﷺ کے قائم کردہ مثالی پر امن معاشرے کے قیام کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے:

"Although the sermons of human freedom fraternity and equality were said before also and we find a lot of them in Jesus of Nazareth but it must be admitted that it was Muhammad who for the first time in history established a society based on these principles(29)."

یعنی: اگرچہ دنیا میں پہلے بھی انسانی اخوت، مساوات اور حریت کے وعظ تو بہت کیے گئے ہیں اور ایسے وعظ مسیح ناصری علیہ السلام کے ہاں بھی ملتے ہیں۔ لیکن یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ یہ حضرت محمد (ﷺ) ہی تھے جنہوں نے تاریخ انسانی میں پہلی بار ان اصولوں پر ایک پر امن معاشرہ قائم فرمایا۔

مسلمانوں نے جب اللہ تعالی کے فرمان اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور سیرت کو چھوڑ دیا تو وہ آپس میں حد سے زیادہ اختلافات کی بنیاد پر لڑنے لگے اور یہ تفریق، نفرت اور لڑائی ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے تھی۔ یہ تفریق و تقسیم دنیاوی حرص، اقتدار کی لالچ اور مذہبی انتہا پسندی کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ حالانکہ اللہ تعالی نے واضح انداز میں تفرقہ بازی سے منع کیا ہے اور اس کے وبال کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

إن الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا لست منهم في شيء إنما أمرهم إلى الله ثم ينبئهم بما كانوا يفعلون[30]

ترجمہ: جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ان سے آپ (ﷺ) کا کوئی تعلق نہیں ہے ان کا معاملہ خدا کے حوالے ہے پھر وہ انہیں ان کے اعمال سے باخبر کرے گا۔

اللہ تعالی نے اس آیت میں واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ جو امت میں تفریق ڈالنے والے ہیں ان کا نبی کریم ﷺ سے کوئی تعلق نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے امت پر واضح فرما دیا کہ تم نے میرے بعد تفرقہ میں نہیں پڑنا بلکہ اتحاد و یکجہتی کا مظاہرہ کرنا ہے۔

۲۔ اشاعت دین میں مشکلات کا دوسرا سبب قرآن حکیم سے دوری اور اس کی تعلیمات کو پس پشت چھوڑنا ہے۔ قرآن حکیم اگر ہم پڑھتے پڑھتے یا سمجھاتے ہیں مگر عمل اس پر کما حقہ عمل نہیں کرتے۔ دین سیکھ کر بہت کم تعداد میں لوگ اس پر عمل کرتے ہیں۔ مساجد، مدارس اور خانقاہوں میں وہ پہلے والی گرمی نہیں رہی اور نہ ہی اسلاف کا وہ جذب اندروں باقی ہے۔ قرآن حکیم ہدایت کا ذریعہ ہے اور یہی ہمیں فلاح کی

منزل تک پہنچانے والا ہے۔اللہ تعالی نے جسے حبل اللہ قرار دے کر ہمیں مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا، ہم نے اسے صرف چند مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہر کوئی اپنے مقاصد کی آیات لے کر اپنے مؤقف کی تائید حاصل کرتا ہے، کوئی اس کو اٹھا کر جھوٹی گوائیاں دیتا ہے، کوئی گھر میں خیر و برکت کے لئے تلاوت کرتا ہے تو کوئی موت کی آسانی کے لئے یسین پڑھتا ہے اور کوئی مردہ کی بخشش کے لئے قرآن تلاوت کرتا ہے مگر صد افسوس اللہ تعالی نے جو ضابطہ حیات ہمیں عطا فرمایا ہماری دارین کی فلاح کے لئے، ہم نے اسے مخصوص مقاصد کے لئے رکھ چھوڑا۔ علامہ اقبالؒ نے اسی کیفیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

به بند صوفی وملا اسیری

حیات از حکمت قرآن نگیری

به آیاتش ترا کار جزایں نیست

که از یسین او آساں بمیری [31]

اللہ تعالی کی پناہ! بروز قیامت جب رسول اللہ ﷺ ہماری اس حالت پر اللہ تعالی کے حضور شکایت کریں گے تو اس وقت عذاب الہی سے کون بچائے گا؟ اللہ تعالی نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وقال الرسول يا رب إن قومي اتخذوا هذا القرآن مهجورا[32]

ترجمہ: اور جب رسول ﷺ کہیں گے اے رب! میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔

اللہ تعالی کے اس فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ جب مسلمان دل میں خدا خوفی پیدا کریں، صدق دل کے ساتھ اللہ تعالی کے احکامات پر عمل پیرا ہوں، قرآن حکیم کی تعلیمات کو مضبوطی سے تھام لیں، رسول اللہ ﷺ کے دامن کرم سے وابستہ ہو جائیں اور پھر اخلاص کے ساتھ اشاعت دین کا کام کریں گے تو اللہ تعالی بھی ان کی مدد فرمائے گا اور اسلام بھی اس طرح فروغ پائے گا۔ اس کے برعکس اگر ہر شخص اپنی خواہشات کا پیرو بن جائے اور اپنے نظریات کو ہی درست اور واجب الاتباع قرار دے اور دوسروں کی رائے کا بالکل احترام نہ کرے تو اسلام کی حقیقی تصویر کون پیش کرے گا جس سے متاثر ہو کر لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوں گے۔

- **امن کی تعریف:**

امن انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے۔ اس کے بغیر نہ تو کوئی ریاست قائم رہ سکتی ہے اور نہ ہی وہ آگے ترقی کی طرف گامزن ہو سکتی ہے۔ معاشرتی ترقی اور بقاء کا راز امن میں مضمر ہے اسی لئے جد الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب کعبۃ اللہ کی تعمیر فرمائی تو اللہ تعالی سے اس کے لئے امن کی دعا مانگی تھے۔

امن کا مفہوم:

امن کا مفہوم بیان کرتے ہوئے امام راغب اسفہانی لکھتے ہیں:

" طمانينة النفس و زوال الخوف، والامن والامانة والامان فی الاصل مصادر"[33]

یعنی امن سے مراد نفس کا مطمئن ہونا اور خوف کا زائل ہونا ہے۔ اور امن، امانۃ اور امان سب اصل میں مصدر ہیں۔

علامہ ابن منظور الافریقی امن کے متعلق لکھتے ہیں:

"الامن ضد الخوف"[34] یعنی امن خوف کی ضد ہے۔

قرآن حکیم میں بھی امن خوف اور دہشت کی ضد کے معنی میں آیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: وآمنهم من خوف

امن ہر دور کی اولین ضرورت رہا ہے۔ امم ماضیہ میں بھی انبیاء علیہم السلام اس کی تعلیم دیتے رہے ہیں اور وہ اتحاد، امن، صلح اور دین فطرت کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ سیدنا ابراہیمؑ نے جو امن کے لئے دعا فرمائی اس کو قرآن حکیم نے بطور استحصان یوں بیان فرمایا ہے:

وإذ قال إبراهيم رب اجعل هذا بلدا آمنا[35]

ترجمہ: اور جب کہا ابراہیم نے اے اللہ اس شہر کو امن والا بنادے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ایک صفاتی نام امین ہے جو امن سے نکلا ہے۔ کسی بھی معاشرے میں جب فرقہ واریت، دہشت گردی، قتل و غارت اور نفرت نہ ہو تو اس کو امن کہتے ہیں۔

- **فرقہ وارانہ تبلیغ استحصال امن کا باعث:**

پاکستان میں قیام امن کے لئے ضروری ہے کہ انتشار، فتنہ و فساد، لڑائی جھگڑا، گالم گلوچ، قتل وغارت اور مذہبی منافرت کا خاتمہ کیا جائے۔ موجودہ دور میں پاکستان کے اندر بدامنی کی بہت ساری وجوہات ہیں جن میں سے چند اہم یہ ہیں:

1۔ دین سے دوری: آج ہم قرآن سے دور ہوتے جارہے ہیں، جیسا کہ گذشتہ بحث میں ذکر کیا گیا ہے کہ ہم قرآن مجید کو ضابطہ حیات کے طور پر نہیں لیتے بس حصول برکت اور اپنے دنیاوی مفاد کے لئے پڑھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جس طرح اپنے مثالی اسوہ حسنہ سے اقوام عالم میں انقلاب برپا کیا اور اسلام کی پہلی ریاست، ریاست مدینہ میں عدل وانصاف اور مساوات واخوت کا علم بلند کر کے امن کی مثال قائم کر دی۔ ہم نے اس عظیم اسوہ پر عمل نہیں کیا اور بجائے اخوت قائم کرنے کے ہم نے تفریق و تقسیم کی اور آپس میں نفرتوں، قتل وغارت گری اور سب وشتم کو رواج دیا۔ اللہ تعالی کے حکم کی سرعام مخالفت کی کہ اس کی رسی کو مضبوطی سے نہیں تھاما اور تفرقہ میں مبتلا ہو گئے۔

2۔ مذہبی عصبیت: پاکستان میں بدامنی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم مذہبی تعصب کا شکار ہیں۔ ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کرنے کی بجائے نفرت کرتے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ نے 622ء میں میثاق مدینہ (یہودیوں کے ساتھ معاہدہ) کے ذریعے پرامن فلاحی معاشرے کا نظریہ دیا۔ جس کی برکت سے مدینہ کے متحارب قبائل اوس و خزرج میں امن قائم ہوا۔ عیسائیوں کو مدینہ کی مسجد میں قیام اور عبادت کی اجازت دی، اس طرح مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان احترام مذہب کی بنیاد ڈال دی۔ مہاجرین مکہ جن میں بنوہاشم اور بنوامیہ کے افراد تھے ان میں ''نظام مواخات'' قائم کر کے باہمی رواداری کی بنیاد رکھی۔ یہودیوں کے قبائل بنو نفیر، بنو قریظہ، سے سماجی مواخات، احترام

مذاہب اور ہم آہنگی کر کے اجتماعی نظام فلاح واصلاح معاشرہ کا انقلابی تصور پیش فرمایا۔

3۔سیاسی بصیرت کی کمی: بدامنی کی ایک بڑی وجہ ملک پاکستان میں جتنی بھی سیاسی پارٹیاں ہیں ان کے اندر فہم وفراست کی کمی ہے۔ یہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر امن کی بحالی اور پاکستان کو ایک فلاحی ریاست بنانے کی بجائے آپس میں تعصب کا شکار ہیں اور ایک دوسرے کو ذرا برابر بھی برداشت نہیں کرتے سوائے جس جگہ اپنا کوئی ذاتی مفاد نکل آئے۔ اس لئے سیاسی پارٹیاں اپنے ذاتی مفادات کو چھوڑ کر وطن کے مفاد میں سوچیں اور ملک کو حالت جنگ سے نکال کر ایک پرامن ریاست بنانے کے لئے قرآن وسنت کے منشور پر عمل کریں۔

4۔عدم برداشت: بدامنی کی ایک وجہ عدم برداشت بھی ہے کیونکہ ریاست میں اس وقت تک امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک اس کے باشندے آپس میں ایک دوسرے کو برداشت نہ کریں۔ کسی بھی معاشرے میں اختلافات ضرور پائے جاتے ہیں مگر معاشرتی حسن یہ ہے کہ ایک دوسرے کے اختلافات کا احترام کریں اور دوسروں پر مہربانی کا رویہ روا رکھیں۔ ہم جس وقت غصہ میں آتے ہیں تو دوسروں کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، برداشت بالکل ختم ہو جاتی ہے حالانکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسلام امن وسلامتی کا نام ہے۔ مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده»[36]

یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ومامون ہوں۔

اس لئے ہم اپنے اندر برداشت پیدا کریں اور دوسروں کے دین، نظریات اور عقائد کا احترام کریں اس سے خطے میں امن آسانی سے قائم ہو جائے گا۔

5۔علماء کی عدم دلچسپی: امن کی بحالی میں ایک داعی، مبلغ اور واعظ کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں عوام الناس علماء کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور ان کی تعلیمات پر اکثریت عوام عمل بھی کرتی ہے۔ ہمارے علماء کرام اس دلچسپی سے قیام امن کے لئے کوشاں نہیں ہیں جیسا کہ معمولات نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے تھے۔ پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لئے انقلابی اقدامات کی ضرورت ہے۔ فرقہ واریت اور مذہبی منافرت کا مکمل خاتمہ کر کے باہمی رواداری اور ایک دوسرے کے مذاہب کا احترام کرنا ہو گا، اس کے لئے علماء کرام علمی و فکری مسائل کو فرقہ واریت کا سبب نہ بننے دیں اور تحقیقی وتدریسی باتوں کو چوک چوراہوں میں بیان کرنے سے گریز کریں۔ مذہبی اختلافات بالخصوص مسلکی اختلافات کے آداب میں اکابر علماء واسلاف امت کی روایات کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں جو باہمی احترام وتعاون سے موسوم و عبارت ہیں۔ دیگر مذاہب کا احترام کریں اور جہاں انہیں اسلام کی دعوت دیں وہاں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ اپنا مثالی کردار بھی پیش کریں۔

خلاصہ بحث:

اللہ تعالی نے دین اسلام کو پسند فرما کر اس پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا ہے اور اسی دین کی اشاعت کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ اور اشاعت دین کا

وہی معیار اور طریقہ ہے جس کا حکم اللہ تعالی نے دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو اختیار فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حکمت، اخلاص، ہمدردی، شفقت اور حسن اخلاق کے ساتھ خوبصورت انداز میں لوگوں کو دین کی طرف بلایا کرتے تھے۔ اگر کسی کو انذار وتبشیر کرنی ہوتی تو وہ بھی حکمت کے تحت کرتے تا کہ سامع متوجہ رہے۔ رسول اللہ ﷺ دین کی دعوت دیتے وقت مخاطب کی عقل کے مطابق گفتگو فرماتے اور ہر موقع و محل کی مناسبت کا لحاظ رکھتے۔ یہی وہ اوصاف حمیدہ ہیں جو ایک داعی کے لیے ضروری ہیں۔ داعی میں جب یہ اوصاف ہوں گے تو وہ دین کی دعوت کا فریضہ سرانجام دے سکے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ عوامل جو معاشرے کی تباہی کا سبب ہیں اور جن کے باعث اشاعت دین کا کام ممکن نہیں ان کا قلع قمع کرنا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ امن کی بحالی، فرقہ واریت کا خاتمہ اور قرآن مجید کے احکام کا عملی نفاذ ضروری ہے۔ مذہبی، سماجی، سیاسی اور معاشرتی رواداری کو فروغ دیا جائے۔

سفارشات:

- نظام تعلیم میں ایسی مثبت تبدیلی لائی جائے جو نسل نو میں اشاعت اسلام کا تدریجی اور پرامن ماحول پیدا کرے۔
- ملت و مذہب میں تفریق و تقسیم کو روکنے کے لیے حکومتی سطح پر مؤثر اقدام کئے جائیں۔
- اسوہ حسنہ کے احیاء کے لیے کوششیں تیز کی جائیں۔
- شر انگیز اقدامات کو روکنے کے لیے موجودہ دستور و قانون کو فعال بنایا جائے۔
- اقوام متحدہ سے مطالبہ کیا جائے کہ نفوس قدسیہ کی اہانت کے جرم کی سزا کی دفعات تمام ممالک کے آئین میں شامل کر کے ان کا نفاذ کیا جائے۔

References

[1] Al Ahzab: 21.
[2] Al Surai: 214-1216.
[3] Al Muajim al Owsat al Tibrani, Suleman bin Ahmed bin Ayoob bin Muteer, Abu al Qasim, Qahirah, Hadith: 1971, V.2, p. 276.
[4] Masnad al Imam Ahmed bin Humbal, Al Shebani, Abu Abdullah Ahmad bin Muhammad bin Humbal, Beirut, 2001, Hadith: 16603, Vol. 27, p. 148.
[5] Sahi Bukhari, al Bukhari, Muhammad bin Ismail Abu Abdullah, hadith: 3911, Vol.5, p. 62.
[6] Sahi Bukhari, hadith: 6944, Vol.9, p. 20.
[7] Sahi Muslim, Al Qahsiri, Muslim bin al Hajjaj, hadith: 2406, Vol.4, p. 1872.
[8] Al Infal: 38.
[9] Al Seerat Nabaviat, Abdul malik bin Hasham, Tahqeeq: Abdul Raouf Saad, Beirut, Darul Jaleel, 1411 AH, Vol.3, p. 30.
[10] Surat al Imran: 64.
[11] Sahi Bukhari, al Bukhari, Muhammad bin Ismail Abu Abdullah, Egypt, 1422 AH, hadith: 4553, Vol.5, p. 35.
[12] Al Tirmizi, Muhammad bin Essa bin Surat bin Moosa, Egypt, 1395 AH, hadith: 2032, Vol.4, p. 378.

[13] Surat al Nahal: 125.
[14] Ahya al Uloomuddin, al Ghazali, Abu Hamid Muhammad bin Muhammad, Beirut, 1991, Vol.1, p. 99.
[15] Al Shifa bi'tareef Huqooq al Mustafa, Abu al Fazal, Eyad bin Moosa bin Eyad, Amaan, 1407 AH, Vol.1, p 178.
[16] Al Kamil fi al Tareekh, Ibn Aseer, Izuddin, Abu al Hassan, Ali bin Muhammad bin Abdul Karam al Jazrari, Qahira, 1357, Vol.2, p. 24.
[17] Fasahat Nabavi S.A.W, Naqoosh Rasool Number, Azhar, Dr. Zahoor, Lahore, Idara Firoqh Urdu, January 1984, p. 338.
[18] Al Imran: 19.
[19] Al Imran: 85.
[20] Al Shura: 13.
[21] Al Imran: 110.
[22] Al Baqarah: 143.
[23] Surat Yusuf: 108.
[24] Surat Ha'meem al Sijdah: 33.
[25] Al Imran: 104.
[26] Al Imran: 64.
[27] Surat al Hajj: 67.
[28] Sahi Muslim, Al Qahsiri, Muslim bin al Hajjaj, Beirut, hadith: 2406, Vol.4, p. 1872.
[29]25: H. G. Wells (21 September 1866 – 13 August 1946) English author, historian, teacher, and journalist.
[30] Al Inam: 159.
[31] Allama, Iqbal, Dr., Armughan Hijaz.
[32] Al Furqan: 30.
[33] Raghib Isfahani, Mufaridat al Quran, Beirut, Darul Qalam, 1430 AH, p. 90.
[34] Ibn Manzoor, Lisan al Arab, vol. 13, p. 21.
[35] Al Baqarah: 126.
[36] Muslim, Abu al Hussain Muslim bin al Hajjaj, Al Qahsiri, Sahi Muslim, Saudi Arabia, Darul Salam, Kitab al Eman, hadith: 41, Vol.1, p. 65.